ادبیات

قربانی

از جناب آلم صاحب مظفرنگری

قیامت آئیگی رازِ محبت اب عیاں ہوگا یقیناً کوئے قاتل میں کسی کا امتحاں ہوگا
بڑھی ہیں شوخیاں اپنی حدوں سے حسنِ برہم کی محبت کو اجازت تک نہیں فریاد و ماتم کی
فسانہ اک مرتب ہوگا عنوانِ حقیقت پر کوئی بجلی گرے گی خرمنِ ضبط و محبت پر
یہ دیکھا جائیگا کس راہ میں ہے کاروانِ دل کہیں منزل سے تو غافل نہیں ہے رہروِ منزل
یہ عزم مستقل ہے آج پھر امواجِ طوفاں کا کہاں تک پاٹ ہے دیکھیں گے ہم ساحل کے داماں کا

نظر آتی ہے ہر موجِ رواں طوفان سرتاپا
مگر قطرے میں بھی موجود ہے بیتابیِ دریا

بڑی حیرت فزا یہ جرأتیں ہیں دستِ بسمل کی بلائیں لے رہا ہے دمبدم شمشیرِ قاتل کی
نیازِ شوق کے تیور ہیں مثلِ برقِ رقصندہ نگاہِ ناز رہ رہ کر ہوئی جاتی ہے شرمندہ
نگاہِ یاس لڑجائے نہ یارب چشمِ جاناں سے کہیں بڑھکر زمیں ٹکرا نہ جائے چرخِ گرداں سے
عیاں کرنے کو ہے کوئی غمِ الفت کی تاثیریں یہ وہ تدبیر ہے جس سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
بلا کی گرمیاں ہیں سوزِ غم کی خونِ بسمل میں کہیں چھالے نہ پڑجائیں زبانِ تیغِ قاتل میں

مزاجِ نالۂ و شیون نہ کیوں بیدار ہوجائے
محبت امتحاں دینے کو جب تیار ہوجائے

فلک نے معرکے دیکھے ہیں حسن و عشق کے اکثر — کبھی صحنِ چمن میں اور کبھی صحرا کے دامن پر
بڑھاتے ہی رہے ہیں گلشنِ ہستی کی زیبائی — کبھی دیوانگیٔ قیس گاہے حسنِ لیلائی
مگر بے پردہ ہوگا راز وہ آج حسن و الفت کا — جو ہوگا اختراعِ فائقہ دستورِ فطرت کا
جو کھٹکے گا نگاہِ ناز میں بھی صورتِ نشتر — بنے گا شرحِ متنِ عشق کی من یقتلوا ہوکر
قیامت تک نہ دیکھے گا کوئی ہرگز نظیر اسکی — رہیگا دائماً حیرت فزائے عالمِ ہستی

وہی جو روزِ اول باعثِ تنظیمِ ملت تھا
کتابِ آفرینش کے ورق پر درسِ حکمت تھا

فضا کی وسعتوں میں ہر طرف چھائی ہے خاموشی — سکونِ مستقل ہے یا وجودِ عالمِ ہستی
حریمِ قدس کے جلوے بھی حیرانِ سراپا ہیں — لبِ فطرت پہ لیکن جنبشیں کچھ رقص فرما ہیں
زمین سجدہ گزارِ شوق ہے محوِ خوشی ہوکر — برستا ہے ازل کا راز الہامِ نبی ہوکر
سنی اک سننے والے نے صدائے نطقِ پنہانی — محبت کا اگر دعوٰی ہے لاؤ نذر و قربانی
وہ قربانی جو دیباچہ ہو تکمیلِ نبوت کا — بنایا جائے عنوان جسکو احکامِ شریعت کا
وہ قربانی کہ جو احساس کی دنیا کو گرمادے — فضائے عالمِ روحانیت میں آگ برسادے

جسے ربطِ جلی ہو مرکزِ تنظیمِ عالم سے
تقدس جس کا افزوں ہو سوادِ عرشِ اعظم سے

یہ سنکر عشق نے لی دفعتہً مستانہ انگڑائی — نظر ڈالی زمیں سے تا فرازِ چرخِ مینائی
یہ منشا تھا کہ اب سامانِ قربانی فراہم ہو — بایں انداز جس سے حسن حیرانِ مجسم ہو
اٹھائے رخ سے اپنے عالمِ ایجاد نے پردے — سمٹ کر آگئے اک مرکزِ واحد پہ سب جلوے
تجلی پیش کی لاکر مہ و خورشید و انجم نے — متاعِ رنگ و بو گلزار نے، دُرِ موجِ قلزم نے

سحر دامن میں اپنے لائی بھر کر گوہرِ شبنم
سلیقے سے سنوارے شام نے بھی گیسوئے برہم
دکھا کر دُرجِ گوہر عرض کی عقدِ ثریا نے
اسی دن کیلئے محفوظ رکھے تھے یہ دُر دانے
شفق لے آئی اپنے لالہ زارِ گل بداماں کو
فلک نے رکھدیا لاکر چراغِ ماہِ تاباں کو
مگر ان میں نہ تھا کوئی بھی نذرِ حسن کے قابل
نگاہِ شوق بول اٹھی یہ سب کھوٹے یہ سب باطل

اب الفت نے ذرا مڑ کر پھر اپنی ہی طرف دیکھا
نظر آیا اسے پہلو میں اپنے دل کا وہ ٹکڑا
ملی تھی جس کو توفیقِ وفا بزمِ حقیقت سے
لیا تھا درسِ تسلیم و رضا خود جس نے فطرت سے
کیا تھا غیر ذی زرع کو جس نے صورتِ گلشن
بنایا وادیٔ کعبہ کو رشکِ وادیٔ ایمن
فلک نے جس کے دروازے پہ کی برسوں جبیں سائی
پرِ جبریلؑ کے سایہ میں جس نے پرورش پائی
منظم ہوگیا جس کی بدولت مرکزِ عالم
بہایا جس نے اک ٹھوکر سے اپنی چشمۂ زمزم
وہی سمجھا گیا پھر لائقِ درگاہِ یزدانی
اسی کا خون ہوگا پیش بہرِ نذر و قربانی

ہے لرزش میں زمینِ مقتل کی وقتِ امتحاں آیا
تصور نے شہادت کے وفا کا خون گرمایا
بلندی پر ہو دستِ ناز میں تیغِ ستم جتنی
سرِ تسلیم کی اتنی ہی بڑھ جاتی ہے سرگرمی
ملی تیغِ رواں جھک کر رگِ حلقومِ بسمل سے
قیامت ہٹ گئی گھبرا کے حدِ کوئے قاتل سے
ہٹا مقتل سے حسنِ فتنہ خو بھی سخت گھبرا کر
نہ دیکھی باپ کی تیغِ رواں بیٹے کی گردن پر
نہ جب ثابت ہو تیغِ ناز ہی مضبوط کس بل ہیں
ہے چوٹیں نگاہِ یاس کی پھر کون مقتل میں
زمیں سے تا فلک چھایا ہوا ہے رنگ مدہوشی
کہیں برہم نہ ہوجائے نظامِ عالمِ ہستی
صدا آنے لگی ہر سمت سے گوشِ محبت میں
یہ قربانی ہوئی مقبول درگاہِ حقیقت میں